قسط:۴

حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ اور خلافتِ حسن رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

تصحیح: نقیب ختم نبوت جنوری ۲۰۱۲ء میں محترم قاضی محمد طاہر علی الہاشمی مدظلہٗ کے مضمون ''حدیث سفینہ اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ'' کی پہلی قسط شائع ہوئی۔ صفحہ ۲۳ سطر نمبر ۲۰ پر ایک حوالہ میں قاضی ابوبکر کا نام غلط درج ہو گیا ہے۔ صحیح حوالہ اس طرح ہے۔ ''الصواعق المحرقہ، حافظ ابن حجر ھیتمی'' قارئین تصحیح فرمالیں۔ شکریہ (ادارہ)

گزشتہ اقساط میں حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کی تشریح میں جمہور علماء کرام کا قول گزر چکا ہے کہ اس کی رو سے خلافتِ راشدہ کی مدت تیس سال ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مکمل ہو گئی ہے۔ اس کے بعد نبوّت کی طرح خلافتِ راشدہ کا ''باب'' بھی قیامت تک بند ہو گیا ہے۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش نہ فرماتے تو وہ خلیفہ راشد کی بجائے ''مَلِکْ'' کہلاتے یا ان کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (یکے از عشرہ مبشرہ جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی چھ رکنی خلافت کمیٹی میں شامل کر چکے تھے) اس منصب کے لیے منتخب ہو جاتے تو وہ بھی بادشاہ ہی کہلاتے (یہاں پر زیرِ بحث حدیث کے الفاظ ''ملوک من شرّ الملوک'' استعمال کرنے سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے) جمہور علماء کرام کا یہی نکتہ نظر ہے۔ لیکن اس اعتقاد کے باوجود جمہور علماء کرام نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی کو بھی خلیفہ راشد قرار دیا ہے۔ اس پر مفصّل بحث اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

زیرِ بحث حدیث کی روایتی و درایتی حیثیت پیچھے گزر چکی ہے لیکن بشرط صحت روایت اس میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ اوّل تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کسی اعتبار سے بھی چھے سال ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی اور اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھے ماہ بھی اس میں شامل کر لیے جائیں تو پھر بھی یہ مدت پانچ سال اور تین ماہ سے زائد نہیں بنتی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر بالفرض حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت اس میں شامل کر کے اس چھے سال ہی تصور کر لیا جائے تو پھر ''حق چار یارؓ'' کے بجائے ''حق پانچ یار'' کا نعرہ وضع کرنا پڑے گا کیونکہ خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت پانچ خلفاء کی مدت خلافت شامل کیے بغیر ہرگز پوری نہیں ہوسکتی۔ یہ بات کیوں کر ممکن ہے کہ مدت تو پانچ خلفاء کی بتائی جائے اور انہیں شمار ''چار'' کیا جائے؟ اور اگر پانچویں خلیفہ کی مدت شامل نہ کی جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت (چھے سال) کے ساتھ ساتھ خلافت راشدہ کی کل مدت تیس سال پر بھی سوالیہ نشان پڑ جائے گا۔

ڈاکٹر علاّمہ خالد محمود نے اپنی مایہ ناز کتاب کے مقدمہ (۵۰ تا ۶۶) میں زیرِ عنوان ''خلفائے راشدین چار ہیں پانچ نہیں''، جہاں اپنے مؤقف کے حق میں ''اسلام کی چودہ صدیوں'' کی شہادت پیش کی ہے وہاں خود بھی چند دلائل دیے

ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''یہ راشدین ومہدیین کون ہیں؟ سلف کی اصطلاح میں حضرات شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) اور حضرات ختنین (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) ہیں۔ ان سب کی خلافت ایک دوسرے سے بلا فصل مسلسل تھی...... بعض دوستوں نے تقاضا کیا تھا کہ اس کتاب میں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی بطور پانچویں خلیفہ راشد کے ہونا چاہیے وہ بھی خلفائے راشدین میں سے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چھے ماہ کا دورِ خلافت ان تیس سالوں میں داخل ہے جسے خلافت نبوت کہا جاتا ہے۔ یہ تیس سال خلافت علیٰ منہاج النبوۃ میں داخل ہیں اور ہم بجا طور پر انہیں خلافت راشدہ میں تسلیم کرتے ہیں لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ چونکہ خلافت سے دست بردار ہوگئے تھے اور خلیفہ نہ رہے تھے اس لیے خلفائے راشدین صرف چار ہی رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''العبرۃ بالخواتیم'' دین میں آخر کے حالات کا اعتبار ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اگر قمیصِ خلافت اتار دیتے تو خلافتِ راشدہ کی اصطلاح حضرات شیخین تک محدود رہتی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری ایک تاریخی سنگِ میل ہے جس نے خلفائے راشدین کے لیے ایک حد فاصل قائم کردی ہے۔ خلیفہ راشد وہ ہے جس کی وفات خلافت پر ہوئی ہو، یہ خلافت تامّہ ہے۔ خلافت راشدہ، خلافت کاملہ کی ایک صفت ہے۔ جن علماء نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان خلفاء میں شمار کیا ہے سو وہ صرف اس لیے کہ ان کا دور خلافت راشدہ کے تیس سالوں میں داخل ہے ورنہ انہیں اس سے انکار نہیں کہ اصطلاحاً خلفائے راشدین یہ پہلے چار بزرگ ہی ہیں...... یہ صحیح بخاری کتاب المناقب سامنے ہے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے مناقب کے ابواب مسلسل ہیں اور اسی ترتیب سے ہیں ان کے بعد مناقب جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا بیان ہے اس کے بعد پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب ہیں۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پانچویں خلیفہ راشد ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے مناقب کا باب ہوتا۔

صحیح مسلم کو لیجئے۔ اس کی کتاب الفضائل میں چاروں خلفائے راشدین کے ابواب فضائل مسلسل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کے فضائل کا باب ہے۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے فضائل ہیں پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے فضائل ہیں اور ان کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر ہے۔ جامع ترمذی کے ابواب المناقب میں خلفائے اربعہ کے مناقب اسی ترتیب سے ہیں۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان ہے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے مناقب اور بھی آگے جا کر ہیں۔ یہ تیسری صدی ہجری کے محدّثین کا تذکرہ ہے۔ کوئی محدّث حضرت علی رضی اللہ کے بعد متصلاً سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کرتا اب کیسے باور کیا جائے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پانچویں خلیفہ راشد ہیں؟

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اگر پانچواں خلیفہ راشد مانا جائے تو ان کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر بھی افضلیت ماننا پڑے گی۔“ (خلفائے راشدین، جلد: اوّل، ص: ۵۰، ۵۱، ۵۴، ۵۶۔ مطبوعہ ۱۹۸۸ء دار المعارف لاہور)

حضرت علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے جن وجوہات اور دلائل کے پیشِ نظر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زمرۂ خلفائے راشدین سے خارج کیا ہے ان میں سے بعض تو بالکل ہی خلاف واقع اور خلاف حقیقت ہیں جب کہ بعض انتہائی کمزور ہیں۔

۱۔　خلافت سے ”عزل“ اور کسی بیماری و معذوری یا مصلحتِ اُمّت کی رعایت سے از خود ایثار کا مظاہر کرتے ہوئے خلافت سے دست بردار ہو جانے میں واضح فرق ہے۔

یہ ایک الگ بحث ہے کہ کیا خلافت سے عزل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس بارے میں شیعی و قادیانی تصور امامت و خلافت یہ ہے کہ خلیفہ و امام کا تقرر خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے اسے معزول کرنے کا اختیار بھی کسی کے پاس نہیں۔ جس طرح انبیاء معزول نہیں ہوتے اسی طرح امام و خلیفہ بھی معزول نہیں ہوتے۔

لیکن اہلِ سنّت کے نزدیک خلیفہ کا تقرر اہلِ حلّ وعقد کرتے ہیں۔ کیا وہ کسی خلیفہ کو معزول بھی کر سکتے ہیں؟ اس سوال کا زیرِ بحث موضوع سے تعلق نہیں ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ از خود رضا کارانہ طور پر خلافت سے دست بردار ہوئے تھے انہیں معزول نہیں کیا گیا تھا۔

۲۔　جہاں تک علاّمہ صاحب کی اس بات کا تعلق ہے کہ ”اصطلاحاً خلفائے راشدین پہلے چار بزرگ ہی ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شمولیت سے یہ اصطلاح غلط ہو جائے گی۔

تو اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ آج جن آیات سے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ پر استدلال کیا جاتا ہے، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ تو ان کے مصادیق متعین ہوئے تھے اور نہ ہی ”خلافت راشدہ“ کی اصطلاح رائج ہوئی تھی۔ یہ سب سے پہلے دور بنی عباس میں متعارف ہوئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کو خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت میں شامل کر کے موصوف خود ہی اس اصطلاح کو غلط قرار دے چکے ہیں کیونکہ اگر ان کا عہد شامل نہ کیا جائے تو تیس سال پورے نہیں ہو سکتے اور اگر ان کا عہد شامل کیا جائے تو خلفاء کی تعداد چار نہیں بلکہ پانچ ہو جاتی ہے۔

۳۔　ڈاکٹر صاحب نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشد نہ ہونے کی یہ ”عجیب وغریب“ دلیل دی ہے کہ ”پھر اس طرح تو ان کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہونا ماننا پڑے گا۔ یہ دلیل یقیناً ”عجوبۂ روزگار“ ہے۔ اگر موصوف یہ دلیل دینے سے پہلے ”الاستیعاب، اسد الغابہ، الاصابہ“ یا تاریخ اسلام کی کسی عام کتاب ہی کی طرف مراجعت فرما لیتے تو اس طرح بالکل ہی غلط اور خلاف حقیقت دلیل ہرگز نہ دیتے۔ موصوف قبل ازیں واقعہ ”قرطاس“ کے حوالے سے بھی اسی نوعیت کی ایک ”تحقیق“ پیش کر چکے ہیں جس کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا۔

موصوف نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا بتایا ہے وہ تینوں حضرات ان کے

خلیفہ بننے سے پہلے ہی اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں جنگ جمل کے موقع پر ۳۶ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سریر آرائے خلافت ہوئے تھے۔ معلوم نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد ماننے سے ان کا ان فوت شدہ حضرات سے افضل ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے؟

۴۔ ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ راشد نہ ہونے پر چوتھی یہ دلیل دی ہے کہ امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور کتاب الفضائل میں خلفائے اربعہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا اگر وہ پانچویں خلیفہ راشد ہوتے تو ان کا پانچویں نمبر پر ذکر کیا جاتا۔

یہ دلیل علاّمہ صاحب کا ''تفرد'' ہے کہ کتاب المناقب کی ترتیب کو انہوں نے کلّی طور پر ''افضلیت'' پر قیاس کر لیا جب کہ اسی ترتیب میں اس بات کی نفی بھی پائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں فضائل ومناقب کے ابواب قائم کرنے والے محدّثین کے حاشیۂ ذہن میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کسی دور میں کوئی ''محقق'' اس ترتیب سے منقبت وفضیلت کی بجائے خلافت راشدہ مراد لیں گے۔

۵۔ علاّمہ صاحب نے پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے تھے اور ان کی وفات بھی بحیثیت خلیفہ نہیں ہوئی تھی لہٰذا خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کی خلافت ''تامّہ'' نہیں تھی۔

کسی کو خلیفہ راشد قرار دینے کے لیے یہ معیار شرعاً وعقلاً ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اس کی وفات بھی بحیثیت خلیفہ ہوئی ہو۔ موصوف یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ''حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہل عراق کے منتخب خلیفہ تھے، چھ ماہ تک آپ برسرِ خلافت رہے، آپ کے عہد میں اسلامی قوانین ہی نافذ تھے اور آپ کی مدت خلافت بھی خلافت راشدہ کے تیس سالوں میں داخل ہے۔ لیکن اس کے باوجود سخت حیرت ہے کہ انہیں محض اس وجہ سے خلیفۂ راشد قرار نہیں دیا گیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے تھے اور ان کی وفات بھی خلافت کے دوران نہیں ہوئی تھی۔ معلوم نہیں کہ خلافت سے دست برداری کا خلافت راشدہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے نزدیک جس شخص میں شرائط خلافت پائی جائیں اور ارباب حل و عقد اسے منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو وہ خلیفہ راشد ہو گیا۔ ملاحظہ ہو: ازالۃ الخفاء مترجم، جلد: اوّل، ص: ۲۳۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں یقیناً شرائط خلافت پائی جاتی تھیں، ارباب حل وعقد کے انتخاب سے وہ سریر آرائے خلافت ہوئے تھے، ان کے دور میں اسلامی قوانین ہی نافذ تھے اور جمہور علماء کرام کے متفقہ قول کے مطابق ان کی مدت خلافت بھی تیس سالہ عہد خلافت راشدہ ہی میں شامل تھی لہٰذا وہ یقینی طور پر پانچویں ''خلیفہ راشد'' تھے۔

۶۔ علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشد نہ ہونے کی (بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ) چھٹی دلیل یہ دی ہے کہ وہ جانتے تھے کہ خلافت نبوت تیس سال تک رہے گی اس لیے وہ خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ امت نے ان چار یار کو ہی خلفائے راشدین کہا اور کسی نے نہ کہ پانچویں درجے کی فضیلت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ہے

اور یہ کہ خلفائے راشدین پنج تن ہیں۔ (خلفائے راشدین، جلد: اوّل، ص: ۶۴)

اگر بالفرض حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت نبوت کی مدت ختم ہو جانے کی بناء پر خلافت سے دست بردار ہوئے تھے تو کیا اس بات سے انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی آگاہ کیا تھا؟ حالانکہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح و بیعت کے عمل بھی شریک تھے۔ اگر تیس سال کے بعد ''خلافت نبوت'' کی مدت ختم ہوگئی تھی تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کس قسم کی خلافت کی بحالی کے لیے اس قدر عظیم قربانی پیش کی تھی؟

تیس سالہ ''خلافت نبوت'' کے واحد راوی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ) ہیں۔ ان کے علاوہ اس ''راز'' سے کوئی صحابی بھی آگاہ نہیں تھے۔ پھر تابعین میں سے صرف سعید بن جمہان (م ۱۳۶ھ) کو آگاہی کی سعادت حاصل ہوئی۔ (تفصیل گزشتہ اقساط میں گزر چکی ہے) لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس حدیث کی وجہ سے خلافت سے دست بردار ہوئے تھے غلط اور خلاف حقیقت ہے۔ یہ صلح و دست برداری حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کی بناء پر نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشن گوئی کی بناء پر عمل میں آئی جسے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد نبوی کے منبر پر اس حال میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔ پھر فرمایا:

> ''انّ ابنی ھٰذا سیّد لعلّ اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین'' یقیناً میرا یہ بیٹا (نواسہ) سید ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی ابنی ہٰذا سید...... جلد: اوّل، ص: ۳۷۲)

علّامہ صاحب کا یہ فرمانا کہ:

''امت نے ان چار یار کو ہی خلفائے راشدین کہا اور کسی نے نہ کہا کہ پانچویں درجے کی فضیلت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہ کہ خلفائے راشدین پنج تن ہیں'' بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اُمّت نے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی بعض حضرات کو خلفائے راشدین قرار دیا ہے لیکن موصوف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد اس لیے تسلیم نہیں کر رہے کہ انہیں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد پانچویں درجے کی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے خلیفہ کے لیے اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونے کی شرط بھی عائد کی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ کے لیے اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا شرعاً و عقلاً کسی حیثیت سے بھی ضروری نہیں۔ بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کسی ''مفضول'' کو اس کی صلاحیت و اہلیت کی بناء پر خلافت یا کسی سیاسی یا انتظامی منصب کے لیے ''افضل'' شخص پر ترجیح دے دی جاتی ہے۔ ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' تحت کلّی فضیلت نام ہے عنداللہ مرتبہ کی بلندی کا۔ عین ممکن ہے کہ افضل عنداللہ ہونے کے باوجود کوئی شخص سیاست یا انتظامِ مملکت کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ لہٰذا کسی کو منصبِ خلافت کے لیے سب سے زیادہ موزوں قرار دینا اسے سب سے افضل تسلیم کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

''اگر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میری وفات تک زندہ رہے تو اپنے بعد ان ہی کو خلیفہ بناؤں گا''

مسند احمد میں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی منقول ہے کہ:

''اگر سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں امورِ خلافت ان کے سپرد کر دیتا''

حالانکہ اس وقت ان سے بدرجہا افضل لوگ بقید حیات تھے۔ اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان سے افضل لوگ موجود تھے۔ امام اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور لکھنوئیؒ فرماتے ہیں کہ:

''خلیفہ کے لیے اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر دو شخص ہوں، ایک افضل دوسرا مفضول۔ لیکن مفضول میں مقاصد خلافت انجام دینے کی قابلیت افضل سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں مفضول کو خلیفہ بنانا اولیٰ ہوگا۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت بوجہ خلافت کے نہیں ہے۔ بالفرض اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو جاتے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی خلافت کے لیے منتخب کر لیے جاتے تب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل اُمّت ہوتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے افضل اُمّت ہونے پر ان کی خلافت سے پہلے زمانۂ رسول اللہ میں قریب قریب اجماع ہو چکا تھا بلکہ ان کی افضلیت ہی کی وجہ سے خلافت ان کو ملی البتہ خلافت ملنے کے بعد چونکہ فرائضِ خلافت کو انہوں نے باحسن وجوہ انجام دیا اور دین کی نہایت بے نظیر خدمات انجام دیں اس سے ان کے فضائل میں اور اضافہ ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ ان کی فضیلت کا سبب خلافت نہیں ہے بلکہ خلافت کا سبب افضلیت ہے۔''

(تحفہ خلافت۔ مجموعہ تفسیر آیات قرآنی، ص: ۸۱۔۸۲، مطبوعہ تحریکِ خدّام اہل سنّت پاکستان)

خود علّامہ خالد محمود صاحب نے بھی خلفائے راشدین سے متعلق امام اہلِ سنّت کے حوالے سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے:

عقیدہ نمبر۳: چاروں خلفاء کا افضل اُمّت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے اگر بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لیے منتخب ہو جاتے تو بھی یہ حضرات افضل اُمّت مانے جاتے۔ (خلفائے راشدین، جلد: اوّل، ص: ۴۷)

علّامہ الماوردی (م ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

اکثر فقہاء و متکلّمین کا قول ہے کہ مفضول کی امامت افضل کے ہوتے ہوئے جائز ہے اور افضل کا وجود اس بات سے مانع نہیں ہے بشرطیکہ مفضول میں امامت کی شرائط موجود ہوں جیسا کہ قضاء کے معاملہ میں افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو قاضی بنانا جائز ہے۔ (الاحکام السلطانیہ، ص: ۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ کی خلافت کے مسئلہ میں یہی رائے تھی کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت درست ہے۔ (فتح الباری، جلد: ۷، ص: ۳۲۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کا تقرر تو اہل حل وعقد کی جانب سے عمل میں آتا ہے جس کے لیے افضل ہونا ضروری قرار نہیں دیا گیا بلکہ جن کا تقرر خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو تو اس کے لیے بھی افضل زمانہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ طالوت کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ مقرر کیا تھا۔ ان کے لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے تو ایک نبی یہ موجود اور دوسرے نبی وہ جن سے بنی اسرائیل نے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تھی، تو دو افضل نبیوں

کی موجودگی میں ایک غیر نبی اور مفضول''طالوت'' کو بادشاہ بنادیا گیا۔ملاحظہ ہوسورۃ البقرہ،آیت:۲۴۶۔۲۴۷

اس سے بھی یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ خلافت افضلیت کو لازم نہیں ہے۔خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر مفضول کوامارت کے فرائض سونپے۔اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی افضل پر غیر افضل کو ترجیح دی۔لہٰذا خلیفہ کے لیے اپنے زمانہ میں سب سے افضل یا اعلم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ کسی مفضول کو اس کی عصبیت،قوت،طاقت اور صلاحیت واہلیت کے پیشِ نظر کسی افضل شخص پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے افضل اُمّت ہوتے ہوئے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا تھا۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ رکنی کمیٹی مقرر کر کے ان سب کو مساوی حیثیت دی تھی کہ ان میں سے ہر ایک میرے بعد باہمی مشاورت سے خلیفہ متعین ہوسکتا ہے۔

علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ پھر''خلفائے راشدین پنج تن'' کی اصطلاح رائج ہوجائے گی اور''حق چار یار'' کے بجائے''حق پنج یار'' کا نعرہ وضع کرنا پڑے گا۔موصوف کے''پنج تنی'' خدشے کا ازالہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند دیگر حضرات کی شمولیت سے اگلی قسط میں کردیا جائے گا لیکن یہاں قارئین کو یہ بتانا ہے کہ موصوف''پنج تن'' کے تصور سے نہیں بلکہ''خلفائے راشدین پنج تن'' کے تصور سے الرجک ہیں کیونکہ وہ خود ایک دور میں اہلِ تشیُّع کی اصطلاح''پنج تن'' کے مقابلے میں''سنی پنج تن'' کی اصطلاح متعارف کرا چکے ہیں۔تنظیم اہل سنت پاکستان کے ترجمان رسالے ہفت روزہ دعوت لاہور(جو علاّمہ دوست محمد قریشی اور علاّمہ خالد محمود کی زیرِ سرپرستی شائع ہوتا رہا ہے)کے حوالے سے ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: پندرہ روزہ المنتظر لاہور جو غالباً علاّمہ علی الحائری کے سابق مرکز سادات گنج دسن پورہ سے شائع ہوتا ہے اس کی ۵رفروری۱۹۶۴ء کی اشاعت میں ہفت روزہ دعوت پر بہت جرح کی گئی ہے اور دعوت پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ اس نے پنج تن کے مفہوم متعارف کو بدل ڈالا ہے یہاں سرگودھا میں اس پر بہت لے دے ہورہی ہے مطلع کریں کہ آپ سے پہلے بھی کسی شخص نے پنج تن کی اصطلاح میں حضرات خلفائے راشدین کو شامل کیا ہے یا یہ صرف مرکز تنظیم کی ہی نئی اختراع ہے؟ اس سوال کا جواب دعوت کے آئندہ شمارے میں ضرور آجانا چاہیے۔یہاں کے بعض شیعہ بڑے دعوے سے کہہ رہے ہیں کہ علاّمہ خالد محمود صاحب سے پہلے کسی نے پنج تن میں حضرات خلفائے راشدین کو شمار نہیں کیا۔

الجواب: یہ بات غلط ہے کہ پنج تن کی یہ اصطلاح صرف مرکز تنظیم کی ایجاد ہے۔اہلِ سنّت اور شیعہ حضرات میں جہاں اور کئی اصولی اختلافات ہیں وہاں اس اصطلاح کے مفہوم میں بھی یہ تعبیری اختلاف موجود ہے۔

اہلِ سنّت کی اصطلاح میں پنج تن سے مراد آنحضرت ختمی مرتبت ﷺ،حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ،حضرت فارق اعظم رضی اللہ عنہ،حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور جن پانچ بزرگوں کے لیے شیعہ حضرات یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں اہلِ سنّت اس اعتبار سے صرف ان پانچ تن کو ہی بزرگ نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک بارہ امام ہی پاک اور بزرگ ہیں اور اس وجہ سے وہ ان پانچ حضرات کے لیے پنج تن کی تحدید نہیں کرتے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے لیے پنج تن کی اصطلاح مرکز تنظیم قائم ہونے سے بہت پہلے

کی ہے۔ امرتسر سے ۱۹۱۷ء میں ''خلافت محمدیہ'' نامی ایک کتاب شائع ہوئی تھی اس کے صفحہ ۲۹ پر فاضل مؤلف رقم طراز ہیں: ''شیعہ، سنی میں پنج تن کی اصطلاح ہے ان کے نزدیک پنج تن سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین رضی اللہ عنہما ہیں۔ ہمارے نزدیک پنج تن سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم ہیں۔''

علاوہ ازیں ہم ایک غیر جانب دار شہادت بھی اس دعوے کے اثبات میں پیش کرتے ہیں کہ حضرات خلفائے راشدین عرف عام کے مطابق پنج تن میں داخل اور شامل ہیں۔

رائے بہادر کنہیا لال کی مشہور کتاب ''یادگار ہندری'' جو اپنی شہرت اور عظمت میں محتاج تعارف نہیں اس کے صفحہ ۸۱ پر خلفائے راشدین کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے:

باین پنج تن شد خلافت تمام　　　　که از نام شاپاں یافت اسلام نام

اس صریح طور پر پنج تن کا لفظ حضرات خلفائے راشدین کے لیے استعمال ہے۔ ناحق بغض وعناد اور شر والحاد کا کوئی علاج نہیں ہفت روزہ دعوت کے ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء کے شمارے میں اس مسئلے پر سیر حاصل تبصرہ موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے۔ (ہفت روزہ دعوت، ۱۳ مارچ ۱۹۶۴ء مطابق ۲۸ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ تحت باب الاستفسارات)

اس سوال وجواب سے تو الٹا یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ موصوف ''خلفائے راشدین پنج تن'' کی جس اصطلاح سے اب گھبراتے ہیں ایک دور میں تو وہ خود بھی اس کے قائل رہ چکے ہیں بلکہ اب بھی قائل ہیں صرف اس فرق کے ساتھ کہ اس فہرست میں وہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کرتے ہیں۔ لیکن وہ جسے بھی شامل کریں تعداد تو چار کی بجائے پانچ ہو جائے گی لہٰذا انہیں اب ''خلفائے راشدین پنج تن'' کی اصطلاح متعارف کرانی چاہیے جس پر اہلِ سنّت کی مرکزی تنظیم بھی مہر تصدیق ثبت کر چکی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے مضمون ''خلفائے راشدین چار ہیں پانچ نہیں'' کا اختتام ''چاروں حضرات حق کا نشان بنے'' کا ایک ذیلی عنوان قائم کر کے حسبِ ذیل اقتباس سے کرتے ہیں کہ:

''ابھی صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے کہ تشیّع اور خوارج کے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہود نے ابتدا میں تشیّع کو صرف سیاسی جماعت کی شکل دی تھی لیکن خوارج شروع سے ہی ایک مذہبی اختلاف لے کر اٹھے تھے۔ ان دنوں اہلِ حق ان ہی چار حضرات کی عقیدت سے پہچانے جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہم (م ۳۷ھ) کو خارجیوں نے گھیر لیا اور پوچھا:

"مَنْ اَنْتَ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں صحابیِ رسول عبداللہ بن خباب ہوں۔ انہوں نے پھر ان سے چاروں کے بارے میں پوچھا۔ حافظ ابن اثیر لکھتے ہیں "فسئلوہ عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی" (اسد الغابہ، جلد:۳، ص:۱۵۰)

حضرت عبداللہ بن خبابؓ نے چاروں کو خیر ہونے کی شہادت دی۔ انہوں نے اس پر انہیں قتل کر دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں اہل حق کا نشان ان چاروں کی عقیدت تھی اسلام کی یہ چودہ صدیوں کی شہادت آپ کے سامنے ہے۔'' (خلفائے راشدین، جلد: اوّل، ص:٦٦)

چاروں خلفاء کے ساتھ عقیدت ومحبت تو آج بھی ہر مومن بالقرآن کا نشان ہے لیکن عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کے جواب سے صرف چار خلفائے راشدین پر دلیل قائم کرنا یقیناً باعثِ حیرت ہے۔

خود علاّمہ صاحب کی تصریح کے مطابق حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ دورِ مرتضوی میں قتل کر دیے گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی شہادت تک تو صرف یہ چار حضرات ہی منصب خلافت سے سرفراز ہوئے تھے اس لیے انہوں نے ان چاروں خلفاء کے ساتھ ہی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنا تھا۔ کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت وعقیدت کا اظہار نہیں کیا جاتا تھا؟

بہر حال خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت وعقیدت کی بناپر خلفائے راشدین کو ’’چار‘‘ کے عدد میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خود علاّمہ صاحب نے بھی اپنے زیرِ بحث مضمون میں یہ اعتراف فرمایا ہے کہ علماء کرام نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور کو خلافتِ راشدہ میں شامل ہونے کی وجہ سے انہیں خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے۔

حافظ ابن حجر ہیتمی نے حدیثِ سفینہ کی رو سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ’’آخری خلیفہ راشد‘‘ قرار دیا ہے:

هو اخر الخلفاء الراشدين بنصّ جدّه صلّى اللّٰه عليه وسلم......خليفة حق و امام عدل و صدق تحقيقا لما اخبر به جده الصادق المصدوق صلّى اللّٰه عليه وسلّم بقوله الخلافة بعدى ثلاثون سنة. فان تلك الستة الاشهر هى المكملة لتلك الثلاثين فكانت خلافته منصوصا عليها و قام عليها اجماع من ذكر فلامريه فى حقيتها‘‘ (الصواعق المحرقہ، ص:۱۳۵۔۱۳۶، مطبوعہ: مکتبہ مجیدیہ ملتان)

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد تسلیم کرلیا گیا ہے تو پھر خلفائے راشدین کی تعداد بھی چار کی بجائے پانچ ہوگئی ہے بلکہ عمر بن عبدالعزیز، اورنگ زیب عالم گیر، ملاّ عمر اور امام مہدی کو اس فہرست میں شامل کرنے کے بعد ’’پانچ‘‘ سے بھی کچھ بڑھ گئی ہے۔ اس کی تفصیل اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)